"وصیتوں کا بیان"

توضیح باب:

وصایا وصیت کی جمع ہے جیسے خطایا خطیئۃ کی، لغت میں
وصیت کے معنی ہیں عہد، مگر اصطلاح میں اس وعدہ اور عہد کو وصیت کہا جاتا ہے
جس کا تعلق موت کے بعد سے ہو۔ شروع اسلام میں مالدار پر وصیت کرنا فرض تھا،
اس زمانہ میں وصیت سے ہی متروکہ مال تقسیم ہوتا تھا، لیکن میراث کے احکام آنے
پر یہ حکم منسوخ ہوگیا، استحباب اب بھی باقی ہے یہ خیال رہے کہ وارث کو
وصیت جائز نہیں، جیسے میراث سے اسکو حصہ ملے گا لہٰذا وصیت نہیں ہوسکتی، اگر
کی گئی ہے تو معتبر نہیں، قرآن شریف میں تاکیدی حکموں کو بھی وصیت فرمایا گیا ہے
رب تعالیٰ فرماتا ہے "ولقد وصینا الذین اوتوا الکتب" اور یہ سخت تاکید فرمادی
ہے "ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے۔ "ووصّی بہا ابراہیم بنیہ
اور یہی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کی" [illegible]

۲/۱۸۰ تشریحات "یوصی"

معروف بھی ہوسکتا ہے مجہول بھی، مشیخ نے
مجہول پڑھا ہے اور مرقات نے دونوں طرح، لاتی وصیت کی قید سے معلوم ہوا کہ
جس مال کی وصیت ہی نہیں ہوسکتی اس کا حکم یہ نہیں، قابل میراث مال کی
وصیت ہوسکتی ہے دوسرے کی نہیں، قرض، امانت، وقف مالوں میں میراث جاری
نہیں ہوتی، لہٰذا انکی وصیت بھی نہیں ہوتی، نفی کا مال قابل میراث نہیں تو قابل
وصیت بھی نہیں، جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی رسول مانتے ہیں بایں معنی
کہ حضور انور نے آپکو اپنے مال یا خلافت کی وصیت فرمائی وہ بہت ہی نادان
ہیں ہم مسلمان وصی رسول ہیں سرکار نے ہر شخص کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی
وصیت فرمائی ہے کہ فرمایا "**اوصیکم بتقوی اللہ**" [illegible]
اگر یہ حکم وجوبی ہے تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے احکام آچکے ہیں، اور اگر
استحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے، وارثی کو وصیت کرنا چاہیے، وہ بغیر وصیت
لکھے ایک رات بھی نہ گزارے، کیا خبر موت کہاں اور کب آجائے، بغیر وصیت
لکھے کر سے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیت بدل جاتی ہیں۔
ہاں ادائے قرض اور ادائے امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے جبکہ ان قرضوں
اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔ ۱/۱۰/۱۰

تشریح الحدیث: "فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني"

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ بیمار کی عیادت فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ یہاں تشریف لائے۔ شفقت کا بیان ہے ... (۳/۱۰۳) اور ہر ایک عیادت کے موقع پر ہوتا ہے ...

"**وليس يرثني إلا ابنتي**" یہاں وارث سے مراد ذوی فروض وارث ہے یعنی سوائے میری بیٹی کے اور کوئی ذوی فروض وارث نہیں عصبہ وارث بہت ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ وارث سے مراد کثیر وارث ہیں جن کے محتاج ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ آپ کے ذوی فروض وارث بھی کئی تھے۔

"**فأوصي بمالي كله**" یعنی سارا مال فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے یا کسی کار خیر میں لگا دیا جائے بیٹی وغیرہ کسی وارث کو کچھ نہ ملے، کیونکہ یہ سب اللہ کی عطا ہے ... نہیں۔

"**فثلثي مالي**" پہلا الثلث یا منصوب ہے یا مرفوع کہ وہ فاعل ہے یا مبتدا جس کا فعل یا خبر محذوف ہے یا مفعول ہے اور دوسرا الثلث مرفوع ہی ہے کہ وہ مبتدا ہے جس کی خبر کثیر۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض مرض الموت میں صرف تہائی کی وصیت کر سکتا ہے، زیادہ کی نہیں اور اگر زیادہ کی کر بھی گیا تو جاری نہ ہوگی، یہ بھی معلوم ہوا کہ تہائی سے بھی کم کی وصیت کرنا بہتر ہے کہ حضور انور نے تہائی کو بھی زیادہ فرمایا۔

"**إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة**"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد کے بہت وارث تھے ذوی فروض صرف بیٹی تھی اور بعض وارث فقراء بھی ... یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا غیروں سے سلوک کرنے سے افضل ہے۔ کہ وصیت میں غیروں سے سلوک ہے میراث میں اپنوں سے سلوک ہے۔ خیال رہے کہ ان تذر میں ان شرطیہ ہے اور ہمزہ سے پہلے ہو تو مفتوحہ ہے۔ خیر میں ہوگی خبر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اپنی موت کے بعد وارثین کا بھیک مانگتے پھرنا ... اور قبر میں روحانی تکلیف کا بھی ذریعہ ہے۔

"**حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك**" یعنی تم جو بیوی کے منہ میں لقمہ دو وہ بھی ثواب کے لئے اور میراث جو وارثوں کو پہنچے گی، اگر اس میں تم رضائے الٰہی کی نیت کر لو کہ اپنے عزیزوں کو اپنا مال پہنچانا رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے تو تم کو ثواب ملے گا بلکہ زیادہ ملے گا، لہٰذا وصیت تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نا جائز نہیں ہوگی ... جب مباح میں نیت خیر کی جائے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا باعث ثواب ہے۔

مستحق بن جاتا ہے مومن کی شان یہی ہے۔ افضل ہے دیکھو بیوی کے منہ میں لقمہ دینا
اور تنگی و صحت کے وقت ہوتا ہے جس میں عبادات کا احتمال ہو جیسے مرض الموت میں
وقت کا وعدہ ہے اپنے وارثوں سے عدل و انصاف کرنا ضروری ہے۔

حدیث ۲۰۹۹ قال إنّ الرّجُلَ لَيَعْمَلُ والمرأةُ بطاعةِ اللهِ ستّين سَنَةً

یہاں ساٹھ سال سے مراد لمبی مدت ہے خواہ کم ہو یا زیادہ یعنی ساٹھ کی تحدید کے
لئے بلکہ تکثیر کے لئے ہے۔ اور موت آنے سے مراد موت کی علامات نمودار ہونا
ہے ورنہ خاص موت آ جانے پر تو انسان معطل ہو جاتا ہے۔ یا وصیت سے نقصان
پہنچانا لیا۔

"فتجبُ لهما النّارُ" وصیت میں نقصان پہنچانے کی چند صورتیں ہیں
ایک یہ کہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے وصیت کر جائے کہ تہائی مال
مال وصیت سے نکل جائے تو وارثوں کے حصے کم ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ نالائق اور
برے لوگوں کو وصیت کر جائے۔ اپنا تہائی مال کسی بدمعاش کو دے جائے تاکہ
وہ وارثوں کے ساتھ لڑائی کر کے انہیں تنگ کرے۔ تیسرے یہ کہ پہلے وصیت کی پھر مرتے
وقت وصیت سے رجوع کرے یا اس میں کچھ ترمیم کرے تاکہ وصیت والے کو نقصان
ہو۔ غیر مُضَارٍّ فِي الوصيّة کی نفی یا مطلب ہے یا انہیں معنی میں ہے۔
یعنی دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے رہا دوزخ میں جانا یہ رب تعالیٰ کی مرضی پر ہے
یہاں وجوب استحقاق کا ہے نہ کہ دخول کا۔

حدیث ۲۱۰۰ أنّ العاصَ بنَ وائلٍ أوصى أن يُعتَقَ عنه مائةُ رقبةٍ

عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں وہ خود اپنا واقعہ
بیان کر رہے ہیں کہ میرے باپ عاص ابن وائل نے مرتے وقت سو غلام لونڈیاں
آزاد کرنے کی وصیت کی۔ عاص ابن وائل قریشی سہمی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا
زمانہ پایا مگر اسلام نہ لایا جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ إِنَّ شَانِئَكَ
هُوَ الْأَبْتَرُ (۳:۱۰۸) آپ کا بدگو ابتر یعنی بے اولاد ہے کہ اللہ نے جس کی اولاد کو
اسلام کی توفیق دے کر اسے حکماً لاولد کر دیا۔ جس کی ساری اولاد ایمان لے آئی۔

"فأعتقَ ابنُه هشامٌ خمسين رقبةً" ہشام قدیم الاسلام صحابی
ہیں۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے پھر حضور انور کی خبر سن کر مکہ
معظمہ لے پہنچ کر آئے کہ حضور نے ہجرت کہاں کی ہے۔ ساتھ نے پکڑ لیا تھا پھر

غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ پہنچے بڑے فقیہ عالم تھے ۱۳ھ میں غزوہ یرموک میں شہید ہوئے۔ انہوں نے حضور انور سے عرض کئے بغیر بیس غلام آزاد کر دیئے یہ سمجھ کر کہ اسلام والدین کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

حضرت عمرو ابن عاص اپنے بھائی ہشام سے عمر میں بڑے ہیں۔ آپ ۸ھ میں حضرت خالد ابن ولید اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ ایمان لائے حضور انور نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا، پھر حضرت عمر کے زمانہ میں آپ نے مصر فتح کیا۔ حضرت عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حاکم رہے، امیر معاویہ نے آپ کو اپنے زمانہ میں مصر کی حکومت بخشی۔ آپ وہاں ہی رہے، ۴۳ھ میں نوے سال کی عمر میں مصر ہی میں وفات پائی، پھر انکے بیٹے عبداللہ ابن عمرو مصر کے حاکم رہے، جنہیں بعد میں امیر معاویہ نے معزول کر دیا۔

یہ حدیث کی شرح ہے کہ یعنی اگرچہ عاص میرا باپ تھا مگر کافر بھی تھا اسی لئے حضور انور سے پوچھ کر ادائیگی کرنی چاہی، اجتہاد سے تھا مگر پہلے اجتہاد سے اسکے باقی آپ نے اپنے بھائی ہشام سے یہ فرمایا یا دل میں سوچا۔

إِنَّ أَبِي أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ جس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی بزرگوں کے مشوروں اور انکی اجازت سے کرنا چاہیے دیکھو غلام آزاد کرنا بہرحال ثواب تھا اگر میں کو سمجھا ثواب نہ بھی ملے تب بھی خود حضرت عمرو ابن عاص کو تو ثواب ملنا ہی تھا مگر پھر بھی حضور انور سے اجازت مانگ کر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک ورد و وظیفے شیخ کی اجازت سے کئے جاتے ہیں کہ اجازت کی برکت سے ان میں الفاظ کی تاثیر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی جمع ہو جاتی ہے گولی بارود کی مدد سے مار کرتی ہے تلوار کی دھار بغیر درست وار کے نہیں کاٹتی۔

إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ مگر چونکہ عاص کافر ہو کر مرا لہٰذا اسے تمہاری کسی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا، نہ وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ کافر کو ثواب بخشنا منع ہے کہ حضور انور نے اسکی اجازت نہ دی۔

دوسرے یہ کہ ہر اسلامی عمل ثواب کا ذریعہ ہے کہ اعمال کا ثواب پہنچتا نہیں جب اسے اپنی نیکیوں کا ثواب نہیں تو دوسرے کی نیکیوں کا بخشا ہوا ثواب کیسا ملے گا۔ مردہ کو کوئی دوا فائدہ نہیں پہنچاتی، کافر کو کوئی دوا عذاب سے نہیں بچاتی۔

تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی عبادات کا ثواب بخشنا جائز ہے اور انہیں پہنچتا بھی ہے، دیکھو غلام آزاد کرنا، صدقہ و خیرات جیسے مختلف قسم کی عبادتیں ہیں، مگر سب کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ثواب پہنچ جاتا، خیال رہے کہ کافر کو بعض نیکیوں کی بدولت عذاب ہلکا ہو جاتا ہے مگر عذاب سے رہائی نہیں ہوتی، نہ وہ جنت کی کسی نعمت کا مستحق ہوتا ہے۔ دیکھو حضور انور کی خدمت کے باعث ابو طالب کا عذاب ہلکا ہے۔ ولادت پاک کی خوشی منانے کے سبب ابو لہب کو سوموار کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ آج بعض لوگ ایصال ثواب کے انکاری ہیں وہ ان احادیث میں غور کریں۔

ح۹۹: "تشریحات" مغازی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ زمین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ یعنی وقف فرما دیا تھا وہ خیبر میں تھی۔ یہ سفید خچر وہی تھا جو شاہ مصر مقوقس نے تحفۃً پیش کیا تھا۔ جس کا نام دلدل تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا اور حضرت علی کے پاس رہا۔ اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہا۔

ابن تین نے کہا کہ یہ زمین فدک تھی جو آدھی تھی خیبر کی زمین تو اس سے بہت پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرما دیا تھا۔ اس پر قرینہ مغازی کی روایت ہے۔ جعلها لابن السبیل صدقۃ اس زمین کو مسافروں کے لئے وقف فرما دیا تھا

"یتیم کا مال کھانا کتنا بڑا گناہ ہے"

ح۱۰۰ "سبع موبقات" سے مراد گناہ کبیرہ ہیں جس حدیث میں سات مذکور ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ستر ہیں انہیں کا ایک قول یہ ہے کہ سات سو ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جادو کی اصل حقیقت ہے۔ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو حق ہے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ جادوگر ہوا میں اڑے۔ انسانوں کو حیوان اور حیوان کو انسان سے بدل دے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ حقیقت میں مؤثر اللہ عزوجل ہی ہے۔ جس نے بعض کلمات میں اس قسم کی تاثیر رکھی ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ"
نیز یہیں اس سے پہلے نص صریح ہے۔
"يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ"
جادوگری فن کا علم حاصل کرنا فی نفسہ جائز ہے یعنی یہ جاننا کہ فلاں منتر یہ ہے اور اس کا
اثر یہ ہے البتہ کسی پر جادو کرنا ممنوع ہے بلکہ اگر اس میں شیطان وغیرہ سے استعانت
ہو یا اس کے لئے پوجا کرنی پڑے تو کفر ہے اسی بنا پر بہت سے علماء نے فرمایا کہ ساحر کو
قتل کیا جائے حتیٰ کہ یہ بھی فرمایا کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں یعنی حاکم بہر حال سزا دے
گا